حضرت امیر المومنین اور رواداری

(محترمی جناب سردار محمد یوسف صاحب ایڈیٹر نور کی قلم سے)

مکرم ایڈیٹر صاحب الحکم کی تاکید ہے۔ کہ میں الحکم کے جوبلی نمبر کے متعلق کچھ لکھوں۔ دوسری طرف میری عدیم الفرصتی کا یہ عالم ہے۔ کہ مجھے سر کھجلانے کی بھی فرصت نہیں۔ اس عدیم الفرصتی کی وجہ سے مدت سے میں نے بارہ بجے کا کھانا بھی چھوڑ رکھا ہے۔ دن رات کے چوبیس گھنٹے ہیں۔ دل یہی چاہتا ہے۔ کہ یہ زیادہ نہیں تو تیس ضرور ہو جائیں۔ مولوی علی محمد صاحب اجمیری ایک ماہ سے مجھے زور دے رہے تھے۔ کہ ریویو کے "پیشوایان مذاہب" نمبر کے لئے ضرور کچھ لکھوں۔ پہلے تو میں ٹالتا رہا۔ آخر میں اُن کے زور دینے پر مجبور ہو گیا۔ اور انہیں کہا۔ کہ آپ اپنے آدمی کو بھیجیں۔ میں انشاء اللہ ڈکٹیٹ کرا دوں گا۔ اور ایسا ہی انہوں نے کیا۔ الحکم کے موجودہ ایڈیٹر صاحب میرے عزیز ہیں۔ اور مجھے ان سے محبت ہے۔ اس لئے باوجود غیر معمولی عدیم الفرصتی کے بھی مجھے ان کا کہنا ماننا پڑا ہے۔

رواداری ہی ایک ایسی چیز ہے۔ جو ملک کی موجودہ بگڑی ہوئی فضا کو خوشگوار بنا سکتی ہے۔ مجھے یہ کہنے میں کوئی جھجک نہیں۔ کہ حضرت امیر المومنین بہترین رواداروا قع ہوئے ہیں۔ غالباً یہ ۱۹۱۵ء یا ۱۹۱۶ء کی بات ہے۔ کہ مہاشہ کرشن مالک پرکاش و پرتاب قادیان آریہ سماج کے جلسہ پر آئے۔ اور میرے پاس بھی تشریف لائے۔ خواہش کی کہ میں حضرت صاحب سے ملنا چاہتا ہوں۔ میں اسی وقت مہاشہ موصوف کو اپنے ساتھ لے کر حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور جس خندہ پیشانی سے ملے۔ اور میرے ذریعے دعوت کے لئے جس قدر زور دیا۔ اس کا نیک اثر ابھی تک مہاشہ صاحب موصوف پر ہے۔ اور انہوں نے ایک آدھ دفعہ اخبار میں بھی اس کا ذکر بھی کیا ہے۔

غالباً یہ ۱۹۳۱ء کا ذکر ہے۔ کہ کرتار پور کے مہنت صاحب قادیان تشریف لائے۔ حضرت صاحب کو جب علم ہوا۔ تو حضور نے مجھے اور مولانا عبد المغنی خانصاحب کو (جو غالباً ان دنوں ناظر امور عامہ تھے) قریباً دو میل پر ان کی پیشوائی کے لئے بھیجا۔ مکان کے صحن میں ایک دری بچھائی گئی۔ حضور اور مہنت صاحب اور بھی بہت سے دوست اس دری پر بیٹھ گئے۔ اور قریباً ڈیڑھ دو گھنٹہ ان سے سکھ مسلم تعلقات پر گفتگو ہوتی رہی۔ اور پھر حضور نے مجھے یہ ارشاد فرمایا کہ مہنت صاحب کو قادیان کی چیدہ چیدہ مقامات اور درسگاہیں دکھلائی جائیں۔ اسے میں اپنی خوش قسمتی سمجھتا ہوں۔ کہ مجھے یہ خدمت بجالانے کا موقعہ ملا۔ حضور نے دعوت پر بہت زور دیا۔ مگر وقت تنگ تھا۔ اس لئے فروٹ سے مہنت صاحب موصوف کی خاطر تواضع کی گئی۔ اور وہ یہاں سے بہت ہی نیک اثر لیکر گئے۔

یہ غالباً چھ سات سال کا ذکر ہے کہ قادیان کے سکھوں کا ایک وفد حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور شکایت کی۔ کہ سکھ مذہب کے متعلق جو فلاں شخص نے کتاب لکھی ہے۔ وہ دل آزار ہے۔ براہ کرم اس کا انسداد فرمایا جائے۔ گو مجھے ٹھیک معلوم نہیں۔ اس کتاب کا حجم کتنا تھا۔ میرا خیال ہے۔ کہ دو سو صفحات کے قریب قریب ضرور ہو گا۔ اس کتاب پر اس شخص کا دو اڑھائی سو سے کم خرچ نہ آیا ہو گا۔ اور جب حضور کو معلوم ہوا۔ کہ وہ کتاب دل آزار ہے۔ یا اس سے دل آزاری کا کوئی پہلو نکل سکتا ہے۔ تو فوراً اس کتاب کے ضبط کرنے کا حکم صادر فرما دیا۔ مذہبی دنیا میں ایسی نظیر کا ملنا قریباً ناممکن ہے۔ اگر یہی ذہنیت دوسرے لیڈران مذہب میں پیدا ہو جائے۔ تو ہندوستان کے آج ہی بھلے دن آ سکتے ہیں۔ دُور کیوں جاؤ۔ ستیارتھ پرکاش کا چودھواں باب جس قدر دل آزار ہے اس کتاب کی دل آزاری کو اس سے دُور کا بھی تعلق نہیں۔ اگر آریہ صاحبان اس باب کو نکال نہیں سکتے تو کم از کم واجبی اصلاح ہی فرما دیں۔ تو آج ہی فرقہ وارانہ تلخی کافی حد تک دُور ہو سکتی ہے۔ میرا خیال ہے۔ کہ جب بھی کبھی مقامی ہندوؤں اور سکھوں کا کوئی وفد شکایت لیکر حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور نے اُسے نوازنے میں دریغ نہیں فرمایا۔ میرا خیال نہیں بلکہ یقین کہ اگر قادیان کے ہندو اور سکھ صاحبان سلامت روی کو اختیار کرتے۔ تو یہاں مذبح کبھی بھی نہ بنتا۔ گو یہ چھوٹا منہ اور بڑی بات والا معاملہ ہے مگر میں حضور کی وسیع القلبی اور رواداری پر بھروسہ کرتا ہُوا کہہ سکتا ہوں۔ کہ اگر اب بھی قادیان کے ہندو صاحبان سلامت روی اختیار کریں۔ تو میں حضور کی خدمت میں عرض کر سکتا ہوں۔ اور مجھے قوی امید ہے کہ حضور میری عرض کو شرف قبولیت بخشیں گے۔

پٹنہ سری گورو گوبند سنگھ صاحب مہاراج کی جنم بھومی اور وہاں سکھوں کا ایک بڑا بھاری گوردوارہ ہے۔ بھونچال میں اس گوردوارہ کی عمارت گر گئی۔ ۱۹۳۵ء میں چند سکھ لیڈروں کے ساتھ مجھے اس گوردوارہ کے متعلق گفتگو کرنے کا اتفاق ہُوا۔ سکھ لیڈروں نے کہا۔ کہ اگر آپ کا سلسلہ اس کار خیر میں حصہ لے سکے۔ تو نہ صرف یہی کہ یہ بات سکھ مسلم اتحاد کے لئے بہت مفید ہو سکتی ہے۔ بلکہ ہندوستان کے فرقہ وارانہ فضا پر بھی اس کا نہایت ہی خوشگوار اثر پڑ سکتا ہے۔ میں نے کہا۔ کہ میں حضرت خلیفۃ المسیح امام جماعت احمدیہ کی خدمت میں عرض کروں گا۔ اور مجھے حضور کی بے نظیر رواداری اور وسعت قلبی پر یہ بھروسہ ہے۔ کہ حضور ضرور ہی اسے شرف قبولیت بخشیں گے۔

چنانچہ جب میں نے حضور کی خدمت میں اس کے متعلق عرض کیا۔ تو حضور نے اسے بہت پسند فرمایا۔ ارشاد کیا کہ اس فنڈ میں کتنا روپیہ دینا چاہیئے۔ میں نے عرض کیا۔ کہ ہماری جماعت کی شان کو مدنظر رکھتے ہوئے پانصد سے کم نہ ہونا چاہیئے۔ حضرت نے بخوشی منظور فرمایا۔ میں اور مولوی جلال الدین صاحب شمس بطور وفد یہ روپیہ لے کر پٹیالہ گئے (کیونکہ سرگ باشی شری مہاراجہ صاحب بہادر اس گوردوارہ فنڈ کے پریذیڈنٹ اور نگران تھے) جب ہمیں شری حضور مہاراجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہونے کا اتفاق ہُوا۔ تو شری مہاراجہ صاحب بہادر نے جماعت احمدیہ کے اس غیر معمولی روادارانہ مستحسن قدم کو بہت ہی پسند کیا۔ اور فرمایا۔ کہ:-

"احمدی جماعت اور اس جماعت کے واجب الاحترام امام نے رواداری کا یہ بے نظیر قدم اُٹھا کر دوسری مذہبی سوسائٹیوں کے لئے ایک نمونہ پیش کیا ہے اگر دیگر مذہبی اداروں اور سوسائٹیوں میں بھی ایسی ذہنیت پیدا ہو سکے۔ تو ہندوستان کا فرقہ وارانہ سوال آج ہی طے ہو کر خوشگوار فضا پیدا ہو سکتی ہے"

اس پر سکھ پریس نے خصوصاً اور دوسرے پریس نے عموماً جو احمدی جماعت اور اس کے واجب الاحترام امام کی رواداری کی داد دی۔ وہ اخبار بین اصحاب سے پوشیدہ نہیں۔

گو مجھے اس کا ذاتی علم نہیں۔ مگر مجھے دوسرے دوستوں کی زبانی معلوم ہُوا۔ کہ آج سے چھ سات سال قبل قادیان کے سکھوں کے سالانہ جلسہ پر سردار کھڑک سنگھ اور گیانی شیر سنگھ بحیثیت ایڈیٹنگ یا لیکچرار تشریف لائے تو مقامی احمدی جماعت کی طرف سے نہ صرف یہی کہ پھولوں کے ہاروں سے ہی ان کا استقبال کیا گیا۔ بلکہ ان کے اعزاز میں مدرسہ احمدیہ کے صحن میں ایک شاندار ڈنر دیا گیا۔ اور یہ صاحبان بہت اچھا اثر لیکر یہاں سے گئے۔

یہ مذکورۃ الصدر واقعات اس بات کی بہترین شاہد ہیں۔ کہ احمدی جماعت اور اس کا واجب الاحترام امام کس قدر وسیع القلب اور روادار واقعہ ہوئے ہیں۔ اگر ایسی رواداری دیگر مذہبی سوسائٹیوں میں بھی پیدا ہو سکے۔ تو یقیناً آج ہی ہندوستان کے بھلے دن آ سکتے ہیں۔ دُور کیوں جاؤ۔ قادیان میں احمدیوں کی آبادی زیادہ ہے۔ ہندو اور سکھ شاید ہی آٹھ یا دس فیصدی ہوں گے۔ میں نے کئی دفعہ یہ نظارہ دیکھا ہے۔ کہ حضرت امیر المومنین خطبہ جمعہ دے رہے ہیں یا درس قرآن مجید یا وعظ فرما رہے ہیں۔ تو مسجد کے پاس سے ہندوؤں کی براتیں اور جلوس غیر معمولی باجے گاجے کے ساتھ گذر رہے ہیں۔ نہ صرف یہی بلکہ ایسی حالت میں میں نے بعض سکھوں اور آریوں کے جلوسوں کو اس حالت میں بھی دیکھا ہے کہ نہ صرف ڈھولک اور باجے ہی بج رہے ہیں۔ بلکہ کھڑے ہو کر وہ نعرے بھی لگا رہے ہیں۔ اور ان نعروں میں بلاواسطہ یا بالواسطہ تلخی اور فرقہ وارانہ جھلک بھی نمایاں ہو رہی ہے۔ مگر کیا مجال کہ اسکی روک تھام کے لئے کبھی کوئی قدم اٹھایا گیا ہو۔ یہ نہیں کہ سوسائٹی کے ممبر اس بات کو بُرا نہیں مناتے۔ سوسائٹی مختلف طبائع کا اجتماع ہوتی ہے۔ بعض ایسے بھی ہیں جن کا مجھے علم ہے۔ جو ان باتوں کو ناپسند کرتے ہیں۔ مگر حضور کی غیر معمولی رواداری اور وسعت قلبی کو دیکھکر اس قابل تعریف ذہنیت کو اپنے اندر جذب کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کیا کوئی دوسری اکثریت اقلیت کے لئے ایسی رواداری کی مثال پیش کر سکتی ہے۔ قریباً مشکل۔ حالانکہ یہی ذہنیت ہے۔ جو ہندوستان کے بھلے دن لا سکتی ہے۔ اور احمدی جماعت کے لئے یہ بات موجب فخر ہے۔ کہ اس رواداری اور وسعت قلبی کی ذہنیت پیدا کرنے کے لئے ان کا واجب الاحترام امام رہنمائی فرما رہا ہے۔ لہذا آؤ ہم سب مل کر صدق دل سے کہیں۔

"حضرت امیر المومنین کی جے"

درخواستِ دعا

برادر عزیز شیخ محمد ابراہیم علی صاحب عرفانی جو مغل لائن کمپنی کے حج کے جہازوں میں ملازم ہیں اسوقت سمندر میں سفر کر رہے ہیں۔ چونکہ حالات مخدوش اور پُرخطر ہیں۔ اسلئے میں اپنے عزیز بھائی کے لئے احباب سے درخواست دعا کرتا ہوں۔ تا کہ اللہ تعالےٰ ان کو اپنی پناہ اور حفاظت میں رکھے۔ برادرم شیخ ابراہیم علی صاحب نے جوبلی نمبر میں میری کئی قسم کی مدد فرمائی۔ اس لئے بھی میرے قلب میں اُن کے لئے جذبہ امتنان ہے۔

محمود احمد عرفانی

نوجوانانِ احمدیت کا محبوب رہنما

از چوہدری خلیل احمد صاحب ناصر۔ بی۔ اے مجاہد تحریک جدید کی قلم سے

آج ہم مسرت و انبساط کے ساتھ حضرت سیدنا و مولانا امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی حیات طیبہ کے پچاس سال اور عہد خلافت مبارکہ کے پچیس برس پورے ہونے دیکھ رہے ہیں۔ وہ سعید روحیں جنہیں خدائے قدوس نے انقطاع عالم سے سیدنا فضل عمر ایدہ اللہ تعالےٰ کے جھنڈے کے نیچے جمع ہونے کی توفیق دی۔ وہ ایک زاویہ نگاہ سے اس عہد گذشتہ کو اپنے سامنے لاتی ہیں۔ وہ لوگ جو ابھی تک اس لذتِ ایمان سے نا آشنا اور اس سعادت سے محروم ہیں۔ وہ ایک دوسرے زاویہ نگاہ سے۔ آج ہر احمدی اپنے قلب کی انتہاء گہرائیوں میں طمانیت و تسکین پاتا ہے۔ کہ ہر طلوع ہونے والا دن اور ہر محیط ہوجانے والی رات اس پیغامِ سرمدی کی صداقت پر مہر تصدیق ثبت کر رہی ہے۔ جس کو اس نے قبول کیا۔ اس کی پاکیزہ روح اپنے خدائے ودود کے حضور تشکر و امتنان کے جذبات کے ساتھ سجدہ ریز ہوتی ہے کہ اسلام کی نشأۃ ثانیہ۔ احمدیت کے [illegible] غلبہ اور شریعتِ مصطفوی کی ابدی فتح کے آثار خدا کے فضل کے ماتحت اور محمود ایدہ اللہ الودود کی قیادت میں جماعت احمدیہ کی مساعی سے دن بدن نمایاں اور ممتاز ہوتے جا رہے ہیں۔ وہ اپنے خیالات کی وسعتوں میں ان اطمینان بخش اور بہجت زا جذبات کو لہریں لیتے ہوئے محسوس کرتا ہے۔ کہ حقیقی اسلام یا احمدیت کا وہ شیریں اور خوشگوار مستقبل جس کا وعدہ الٰہی نوشتوں میں دیا گیا تھا۔ جس کی پیشگوئی خدائے پاک نے فرقانِ حمید میں هو الذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق لیظهره علی الدین کله کے الفاظ میں کی تھی ہاں وہ موعودہ زمانہ جس کا بار بار حضرت مسیح موعود کی پاک وحی میں ذکر آیا قریب تر ہو رہا ہے۔ اور خلافت ثانیہ میں جماعت احمدیہ کی ترقی کا ہر زینہ ہمیں اس رفیع الشان منزل کے نزدیک کر رہا ہے۔ اس کے خلاف دنیا حیران ہے۔ کہ ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے اس چھوٹے سے گروہ کی تاریخ نے کونسا زرین ورق الٹ دیا ہے جس کی حیرت زا نگاہوں کے سامنے سلسلہ احمدیہ کا وہ نہایت ہی ابتدائی زمانہ آتا ہے۔ جب اس عالمگیر ربانی تحریک کو کچلنے کے لئے ایک معمولی قصبہ بٹالہ کا ایک مُلّا اپنے علم و عقل اور قوت و طاقت کو ہی بزعم خود کافی سمجھتا تھا۔ اور پھر اس کی تحیر خیز نظریں اس زمانہ پر آ کر جم جاتی ہیں۔ جب مولوی ظفر علی جیسے دشمنانِ احمدیت اس اعتراف پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ کہ اب احمدیت کے تناور درخت کی جڑیں مشرق و مغرب کو اپنے احاطہ میں لے چکی ہیں۔ مختلف براعظموں کے باشندے اس کی شاخوں کے نیچے جمع ہو گئے ہیں۔ اور اعلیٰ علمی طبقہ کے افراد۔ تاجر۔ ڈاکٹر۔ بیرسٹر و وکلاء سب اسے قبول کر رہے ہیں۔

(۱) حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ جماعت احمدیہ کا مقدس امام خدا تعالیٰ کی طرف سے اُن اوصاف سے متصف کیا گیا ہے۔ جو جماعت احمدیہ کی اس ترقی کا موجب ہیں۔ حضرت امیر المومنین کے علم و فضل اور عزم و استقلال کے سامنے ہر دشمن عاجز ہے۔ حضور کے وجود باجود میں اس قدر خوبیاں جمع ہیں۔ جن کا احاطہ آسان امر نہیں۔ حضور پُرنور نے جماعت احمدیہ کے ہر حصہ کی طرف اپنی چشم توجہ مبذول فرمائی ہے۔ مرد اور عورت۔ نوجوان اور بوڑھے۔ زمیندار اور ملازم۔ امیر اور غریب۔ ان پڑھ اور عالم۔ تاجر اور پنشنر یہ سب ہی یہ محسوس کرتے ہیں۔ کہ حضور کے خطبات تقاریر۔ تصانیف اور دوسرے ارشادات میں ان کے لئے ہدایات کا خزینہ موجود ہے۔

میرے قلم میں طاقت نہیں۔ کہ اس مقدس قائد اعظم کے تمام ارشادات کی تفصیل کو بیان کر سکے۔ میں نوجوان ہوں۔ اس لئے اسی شق کو انتخاب کر کے حضور کی اُن توجہات کے ایک حصہ کا ذکر کروں گا۔ جو نوجوانانِ احمدیت کی رہنمائی کے حضور نے منعطف فرمائیں۔

سب سے پہلے تو میرے سامنے حضرت فضل عمر کا وہ زمانہ ہے۔ جب ہمارے آقا خود عنفوانِ شباب میں تھے۔ کتنا پاکیزہ نظارہ ہے۔ کہ اپنے ہم جولیوں کو جن کو دوسرے انسان اس عمر میں صرف کھیل کود اور لہو و لعب کے لئے تلاش کرتے ہیں۔ حضور جمع کر کے تعداد کے لحاظ سے چھوٹی مگر نتائج کے لحاظ سے بہت ہی بلند مرتبہ انجمن تشحیذ الاذہان کے نام سے قائم کرتے ہیں۔ اراکین بالعموم اُن مہاجرین کے بیٹے ہیں۔ جو خدا کی خاطر اپنے عزیز وطنوں کو چھوڑ کر۔ اعزا و اقربا سے علیحدہ ہو کر اور اپنے وسائل آمدنی کو بہت بڑی حد تک منقطع کر کے مسیح پاک علیہ التحیۃ والسلام کا ہم نشینی کے لئے دارالامان میں آ کر بس گئے ہیں۔ یہ سب نوجوان مالی عسرت میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔ مگر حضور ان کے اندر تبلیغ اسلام کا درد اور اشاعتِ احمدیت کا حقیقی تڑپ کا احساس پیدا کر دیتے ہیں۔ اور وہ بشاشت قلب کے ساتھ اپنی تھوڑی تھوڑی پونجی کا معتد بہ جزو سلسلہ کی خاطر وقف کر دیتے ہیں۔ جس کا نتیجہ تشحیذ الاذہان جیسے بلند پایہ رسالہ کی اشاعت کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ اس رسالہ کی علمی ثقاہت کے متعلق کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ اہلِ نظر جانتے ہیں۔ کہ اس میں حقائق و معارف کا کس قدر بیش بہا گنجینہ موجود ہے۔

پھر کتنا لطیف وہ وقت ہے۔ جب انصار اللہ جیسی پاک جماعت کا قیام حضور کے مقدس ہاتھوں سے ہوتا ہے۔ جس کی رکنیت کی شرائط میں سے ضروری امر یہ ہے۔ کہ ہر امیدوار پہلے استخارہ کرے۔ اور اس کے بعد پورے بسط گر تبلیغ اسلام کے آہنین عزم اور پکے ارادہ کے ساتھ اس پاک جماعت میں داخل ہو۔

زمانہ گذرتا جاتا ہے۔ اس ربع صدی میں جماعت پر مختلف دَور آتے ہیں۔ اور جماعت کے ارتقار کے ساتھ ساتھ حالات زمانہ کے لحاظ سے ہمارا محبوب رہنما ہمارے لئے شمع ہدایت بنتا ہے۔ فتنۂ ارتداد کا وہ زمانہ بھی کون بھول سکتا ہے۔ جب جماعت احمدیہ نے بالعموم اور نوجوانوں نے بالخصوص حضور کی قیادت میں اپنے آپ کو اس لئے پیش کیا۔ کہ وہ ملکانہ کے میدان جنگ میں بھولے مسلمانوں کو آریہ سماج کے شدھی کے چنگل سے بچانے کے لئے اپنے ہی خرچ پر تین تین ماہ تک جہاد کریں۔ یہ خدمات مخالفین کو بھی احمدیوں کے جوش اور ولولہ کی تعریف و توصیف کرنے اور جماعت کے ایثار و درد کو تسلیم کرنے کے لئے مجبور کر دیتی ہیں۔ سلسلہ کی ترقی حریفوں کی آنکھوں میں خار کی طرح کھٹکتی ہے۔ دشمن جو بو لہبی طریق کی اقتدار کرتا ہوا اپنے آپ کو کینہ و غضب کے التہاب انگیز شعلوں میں جلا کر ایک مجتمع اور زور دار حملہ کی تیاری کرتا ہے۔ بعض افراد جو اپنے کریہ اعمال کے لحاظ سے ملّتِ اسلامیہ کے باعثِ عار و ننگ ہیں۔ جہلاء کو اپنے ساتھ شامل کر کے "احرار اسلام" کے نام سے ایک مجلس قائم کرتے ہیں۔ امیر المومنین کی دُور بین نگاہیں محسوس کرتی ہیں۔ کہ جہاں جماعت کو صبر و ضبط اور عفو و ایثار کی تعلیم دینی ضروری ہے۔ وہاں نوجوانان سلسلہ کے عسکری نظام کو استوار کرنا بھی لازمی ہے۔ چنانچہ حضور احمدیہ کور کی ابتدا فرماتے ہیں۔ جس کی غرض حضور کے ہی مبارک الفاظ میں یہ ہے:۔

"میں نے یہ ضروری سمجھا۔ کہ جماعت کے تمام افراد خصوصاً نوجوانوں میں استقلال اور ہمت اور قربانی کی روح پیدا کرنے کے لئے احمدیہ کور قائم کی جائے"

پھر فرمایا:۔

"تمہاری اس طاقت سے اشاعت اسلام میں کام لینا چاہتا ہوں۔ میں یقین رکھتا ہوں۔ کہ اگر میرے بتائے ہوئے طریق پر چل کر صبر کے مراحل کو تم طے کرو گے۔ تو ایک دن ایسا آئیگا۔ کہ تم اخلاص و عشق کا ہتھیار لیکر کھڑے ہو جاؤ گے۔ اور ساری دنیا میں ایک آگ لگا دو گے۔ میں چاہتا ہوں۔ کہ جو مظالم تم پر کئے جاتے ہیں وہ تمہارے دلوں میں انگارے بن بن کر جمع ہوتے چلے جائیں۔ لیکن ان کا دھواں باہر نہ نکلے۔ یہاں تک کہ تم ان انگاروں سے جلکر اندر ہی اندر راکھ ہو کر بھسم ہو جاؤ"

اسی سلسلہ میں حضور کا یہ ارشاد بھی ملاحظہ فرمایئے:۔

"میں یہ چاہتا ہوں۔ کہ تمہارے اندر ایک آگ ہو۔ جو جہنم کی آگ کی طرح بند ہو۔ کہ جب اُسے باہر نکلنے کا اذن ملے۔ تو دنیا کی کوئی طاقت تمہارے سامنے نہ ٹھہر سکے۔ پس جس دن وہ روح تمہارے اندر پیدا ہو گئی۔ جو میں پیدا کرنی چاہتا ہوں۔ اس دن نہ کوئی طاقت ہمیں مار سکتی ہے۔ اور نہ کوئی قوم تمہارے ارادوں میں مزاحم ہو سکتی ہے۔ تب تم ہی تم دنیا کے بادشاہ ہو گے۔ حکومتیں تمہاری ہوں گی۔ تجارتیں تمہاری ہوں گی۔ زراعتیں تمہاری ہوں گی۔ اور تم اسی طرح دنیا پر حاوی ہو گے جس طرح آسمان زمین پر حاوی ہے"

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۶ دسمبر ۱۹۳۵ء)

پھر ہمارے سامنے ارتقائے احمدیت کا وہ اہم منزل آتی ہے۔ جب حضرت امیر المومنین نے جماعت کے سامنے تحریک جدید کا ربانی لائحہ عمل رکھا۔ جب حضور نے یہ محسوس فرمایا۔ کہ دنیا کے حالات اس امر کے متقضی ہیں۔ کہ جماعت احمدیہ اپنے اندر ایک عظیم الشان انقلاب پیدا کرے۔ ایسا انقلاب جو جماعت کے فرد فرد کو یکسر تبدیل کر دے۔ جو سب کو قربانی مجسم اور پیکر ایثار بنا دے۔ جو جماعت کے عملی پہلو کی کایا پلٹ کر دنیا کو احمدیت کے سامنے جھک جانے پر مجبور کر دے۔ ہاں وہی انقلاب حقیقی جو دلوں میں آگ سی لگا دے۔ اور ایسے زندہ دل اور فدائی جذبات پیدا کر دے۔ جو واقعی حشر انگیز ہوں۔ کیونکہ اس کے بغیر قلوب کی دنیا میں اس روحانی بادشاہت کا نزول ممکن نہیں تھا۔ جس میں ایک نئی زمین اور نیا آسمان ہو گا۔ ہمارے مقدس و محبوب آقا نے جو مطالبات ہم سے فرمائے۔ اُن میں سے بیشتر ایسے تھے جو صرف نوجوانوں سے متعلق تھے۔ اس طرح حضور نے احمدی نوجوانوں کے سامنے ان کی زندگیوں کا ایسا باب کھول دیا۔ جس میں وہ اپنی خلقت کے حقیقی مقصد کو بدرجہ اتم حاصل کر سکتے تھے۔ سیدنا محمود ایدہ اللہ الودود نے نوجوانوں کو سادہ زندگی اختیار کرنے۔ ہر قسم کے لہو و لعب اور کھیل تماشوں سے بچنے کا ارشاد فرمایا اور جماعت کے ان نوجوانوں کو بلایا۔ جن کو تبلیغ بیرون ہند کے لئے حضور نے یہ ارشاد فرمایا:۔

"پھیل جاؤ دنیا میں۔ پھیل جاؤ مشرق میں۔ پھیل جاؤ مغرب میں۔ پھیل جاؤ شمال میں۔ پھیل جاؤ جنوب میں۔ پھیل جاؤ یورپ میں۔ پھیل جاؤ امریکہ میں۔ پھیل جاؤ افریقہ میں۔ پھیل جاؤ

جزائر میں - پھیل جاؤ چین میں - پھیل جاؤ جاپان میں - اور پھیل جاؤ دنیا کے کونے کونے میں - یہاں تک کہ دنیا کا کوئی گوشہ دنیا کا کوئی ملک اور دنیا کا کوئی علاقہ ایسا نہ ہو - جہاں تم نہ ہو - پس تم پھیل جاؤ جیسے صحابہ پھیلے پھیل جاؤ جیسے قرون اولیٰ کے مسلمان پھیلے - تم جہاں جہاں جاؤ - اپنی عزت کے ساتھ سلسلے کی عزت کرو جہاں پھرو اپنی ترقی کے ساتھ سلسلے کی ترقی کا موجب بنو"

(الفضل جلد ۲۳ نمبر ۲۱)

سید و آقا ایدہ اللہ تعالےٰ نے ہمیں زندگی کے صحیح مفہوم سے ان الفاظ میں آشنا کیا:-

"زندگی کی علامت یہ ہے - کہ تم میں سے ہر شخص اپنی جان لیکر آگے آئے اور کہے کہ اے امیرالمومنین! یہ خدا اور اُس کے رسول اور اس کے دین اور اس کے اسلام کیلئے حاضر ہے - جس دن سے تم یہ سمجھ لوگے - کہ تمہاری زندگیاں تمہاری نہیں - بلکہ اسلام کے لئے ہیں - جس دن سے تم یہ محض دل میں ہی یہ سمجھ نہ لیا - بلکہ عملاً اس کے مطابق کام بھی شروع کر دیا - اس دن تم کہہ سکو گے - کہ تم زندہ جماعت ہو"

(الفضل جلد ۲۳ ع ۱۵)

"جو قومیں اپنی جان بچانا چاہتی ہیں - وہی مرتی ہیں - اور جو اپنی جان کو ہتھیلیوں پر لئے پھرتی ہیں - وہی ہمیشہ زندہ رہتی ہیں"

(الفضل جلد ۲۵ ع ۲۷)

"پس وہ نوجوان آگے آئیں - جو دین کے کام میں مرنا چاہیں ... جب تک کوئی یہ نہ سمجھے - کہ ناکامی کا میں ذمہ دار ہوں - وہ اپنے آپ کو وقف نہ کرے"

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۹ نومبر ۳۵ء)

حضور پُرنور نے نوجوانوں کو بتلایا - کہ وہ اسلامی تعلیم و تمدن کی ترویج و اشاعت کی خاطر اپنے آپ کو مختص کر دیں - اور اس غلط مغربی روش کو کچل ڈالیں - جو انسان کو تکلف و تصنع کے سوا کچھ نہیں دیتی - جس کی بنیاد ریاکاری اور منافقت پر ہی ہے ہاں وہی مغربی تہذیب جس نے ہماری زندگی ہی اجیرن کر دی ہے - اور اس کے لئے سب سے پہلے وہ اپنے ہاتھ سے کام کرنا سیکھیں - چھوٹے سے چھوٹے کام کو بھی ذلیل اور باعث ننگ و عار خیال نہ کریں - اور اگر وہ بے کار ہوں - تو وہ باہر نکل جائیں لیکن ہر وہ نوجوان جو خواہ تبلیغ کے لئے اور خواہ اپنی روزی کے حصول کے لئے قادیان سے باوجود روحانی قرب و تعلق کے جسمانی بُعد اختیار کریں وہ مرکز کے ساتھ اپنی پیوستگی اور وابستگی کو اپنا شعار بنائے رکھیں - اور

"جب کبھی مرکز سلسلہ سے آواز آئے کہ آجاؤ - تو لبیک کہتے ہوئے جمع ہو جاؤ - یہ آنا جسمانی طور پر بھی ہو سکتا ہے - اور روحانی اور اخلاقی اور مالی طور بھی .... پس اے ابراہیم ثانی کے پرندو! اگر احیا چاہتے ہو - تو دنیا میں پھیل جاؤ - مگر اس طرح نہیں - کہ اپنے گھروں کو بھول جاؤ - تمہارا اصل گھر قادیان ہے - خواہ تم کہیں رہتے ہو - اسے یاد رکھو ...... پس جاؤ اور دنیا میں پھیل جاؤ - کہ کامیابی کا ذریعہ یہی ہے اور جب آواز پہنچے - تو یوں جمع ہو جاؤ - جس طرح پرندے اُڑ کر جمع ہو جاتے ہیں - پھر خواہ کتنی بڑی کوئی فرعونی طاقت تمہارے مٹانے کے لئے کھڑی ہو جائے - اسے معلوم ہو جائے گا - کہ احمدیت کو مٹانا آسان نہیں ہے"

(تقریر جلسہ سالانہ ۳۷ء)

تحریک جدید کے ذریعہ حضور نے جو نظامِ عمل نوجوانانِ جماعت کے سامنے پیش فرمایا - اس کے چلانے کے لئے اور جماعت میں اس کی صحیح رنگ میں اشاعت کرنے کے بعد اس پر عمل کرانے کے لئے ایک منظم جماعت کی ضرورت تھی - ضروری تھا - کہ اس پاک اور مقدس تعلیم کو نسلاً بعد نسلٍ محفوظ رکھنے کے لئے کوئی جماعت قائم کی جاتی - ہاں اب جب کہ ایک عظیم الشان روحانی انقلاب کی داغ بیل رکھی جا رہی تھی - کہ نوجوانوں کا ایک ایسا نظام قائم کیا جاتا - جس کے لائحہ عمل میں وہ تمام امور آجاتے جو حضور نے وقتاً فوقتاً نوجوانوں کی مجالس کے لئے خواہ وہ تشحیذ الاذہان ہو - یا انصار اللہ ہو یا احمدیہ کور ہو - پس حضور نے مجلس خدام الاحمدیہ کے نام سے نوجوانان احمدیت کی مستقل تنظیم کی وہ رفیع الشان تحریک فرمائی - جو ان تمام امور کی حامل تھی - خدام الاحمدیہ کے اراکین کو اسی ذہانت اور علمی قابلیت کے حصول کا ارشاد فرمایا گیا - جو تشحیذ الاذہان کا مسلک تھا - اُسی طرح دیوانہ وار تبلیغ کرنے کی تعلیم دی گئی - جس طرح انصار اللہ کو دی گئی تھی - اور اسی "استقلال اور ہمت اور قربانی کی روح پیدا کرنے کے لئے" سے قائم فرمایا - جس کے لئے احمدیہ کور قائم کی گئی تھی - الغرض خدام الاحمدیہ کا پروگرام اُن تمام گذشتہ پروگراموں پر محیط ہے - جو نوجوانوں کی گذشتہ تنظیموں کے لئے اقتضائے وقت کے ماتحت حضور نے مقرر فرمائے تھے - خدام الاحمدیہ کے قیام کی غرض حضور کے الفاظ میں ہی یہ ہے :-

"جب کوئی قوم ایک خاص مقصد اور مدعا لیکر کھڑی ہوئی ہو - تو اس کے لئے ضروری ہوتا ہے - کہ وہ اس مقصد اور مدعا کو نوجوانوں کے ذہنوں میں پورے طور پر داخل کرے - اور ایسے رنگ میں ان کی عادات اور خصائل کو ڈھالے - کہ وہ جب بھی کوئی کام کریں - خواہ عادتاً کریں یا بغیر عادت کے کریں وہ اس جہت کی طرف جا رہے ہوں جس جہت کی طرف اس قوم کے اغراض و مقاصد اسے لئے جا رہے ہوں - جب تک کسی قوم کے نوجوان اس رنگ میں کام نہیں کرتے - اس وقت تک اسے ترقی حاصل نہیں ہو سکتی"

(الفضل ۲۲ - اپریل ۳۸ء)

"میری غرض اس مجلس کے قیام سے یہ ہے - کہ جو تعلیم ہمارے دلوں میں دفن ہے - اُسے ہوا نہ لگ جائے بلکہ وہ اسی طرح نسلاً بعد نسلٍ دلوں میں دفن ہوتی چلی جائے - آج وہ ہمارے دلوں میں دفن ہے - تو کل وہ ہماری اولاد کے دل میں دفن ہو - اور پرسوں اُن کی اولاد کے دلوں میں - یہاں تک یہ تعلیم ہم سے وابستہ ہو جائے - ہمارے دلوں کے ساتھ چمٹ جائے - اور ایسی صورت اختیار کرے - جو دنیا کے لئے مفید اور بابرکت ہو"

(۱۷ فروری ۱۹۳۹ء)

اس سلسلہ میں حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالےٰ کے ان نہایت ہی قیمتی اشعار میں سے چند ایک ملاحظہ فرمائیے - جو نوجوانوں کی رہنمائی کے لئے حضور کی مبارک قلم سے نکلے - حضور فرماتے ہیں:-

خدمت دین کو اک فضل الٰہی جانو
اس کے بدلے میں کبھی طالب انعام نہ ہو
دل میں ہو سوز تو آنکھوں سے رواں ہوں آنسو
تم میں اسلام کا مغز فقط نام نہ ہو
عسر ہو یُسر ہو تنگی ہو کہ آسائش ہو
کچھ بھی ہو بند مگر دعوت اسلام نہ ہو
کام مشکل ہے بہت منزل مقصود ہے دُور
اے میرے اہلِ وفا سست کبھی گام نہ ہو

جی تو یہی چاہتا ہے - کہ ساری نظم ہی نقل کر دوں - کہ اس کا ایک ایک مصرعہ احمدیت کی تعلیم کا گوہر بے بہا ہے - مگر مضمون کی طوالت مانع ہے - ایک دوسری نظم کے چند اشعار سنئے :-

میں اپنے پیاروں کی نسبت
ہرگز نہ کروں گا پسند کبھی
وہ چھوٹے درجہ پر راضی ہوں
اور اُن کی نگاہ رہے نیچی
وہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر
اُمید لگائے بیٹھے ہوں
وہ ادنےٰ ادنےٰ خواہش پر
مقصود بنائے بیٹھے ہوں
ہے خواہش میری الفت کی
تو اپنی نگاہیں اونچی کر
تدبیر کے جالوں میں مت پھنس
کر قبضہ جا کے مقدر پر
تو ایک ہو ساری دنیا میں
کوئی ساجھی اور شریک نہ ہو
تو سب دنیا کو دے نیکی
خود تیرے ہاتھ میں بھیک نہ ہو

مقدس مطاع! تیرے ارشادات کا ایک ایک لفظ ہمارے لئے روشن ترین شمع ہدایت ہے - محبوب آقا! تو نے ہمیں ہماری زندگیوں کی حقیقی لذت سے آشنا کیا ہے - خدا تعالیٰ کی بے انتہا برکات اور افضال و انعام تجھ پر ہوں - کہ تیرے ذریعے ہمیں اللہ العٰلمین پر کامل ایمان نصیب ہوا - تجھ پر بے انتہا سلامتی ہو - خدائے رحیم کی - کہ تو نے ہمیں بتایا - کہ ہم اپنی اس عارضی اور فانی زندگی کو کس طرح احسن ترین طریق پر بسر کر کے اپنے خدا کو راضی کر سکتے ہیں - ہاں اے ہمارے سید و امام! خدا تعالیٰ ہمیں نہایت ہی طویل زمانہ تک تیری قیادت و رہنمائی میں خدمت سلسلہ کی توفیق دے - کہ اس وقت تو ہی کشتیٔ اسلام کا حقیقی پاسبان ہے - علیک التحیۃ والسلام ایدک اللہ بنصرہ العزیز المتعال*

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

ھو الناصر

سلسلۂ عالیہ احمدیہ کی تاریخ کا ایک سنہری ورق

یعنی

خلافت ثانیہ کا قیام

اور

خدا کی دوسری قدرت کا ظہور

حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی کے قلم سے

یہ مضمون حضرت بھائی جی کی عینی شہادت پر مبنی ہے۔ حضرت بھائی جی کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خاندان نبوت سے ایک سچا اور والہانہ عشق ہے۔ اور انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے سے لیکر آج تک اس زمانہ کو نہایت باریک اور دقیق نگاہ سے دیکھا ہے۔ اللہ تعالےٰ بھائی جی کے زندگی میں برکت دے۔ وقت آئے گا۔ کہ سلسلہ کی تاریخ میں

ظہور قدرت ثانیہ

کا مضمون ایک بنیادی مضمون قرار دیا جائیگا مجھے فخر ہے۔ کہ میں اس مضمون کی اشاعت کی عزت کا فخر حاصل کر رہا ہوں"

(محمود احمد عرفانی)

؎ گرچہ بھاگیں جبر سے دیتا ہے قسمت کے ثمار

نبوت وخلافت خدا کی دین ہے۔ جو کسبی نہیں۔ بلکہ وہبی نعمت ہے۔ مجاہدہ وریاضت یا محنت و عبادت روحانی ترقیات کی سیڑھی اور خدا کے فضل کی جاذب تو ضرور ہیں۔ مگر یہ مقام بلند اور رتبۂ عالی خدا تعالےٰ کی خالص موہبت پر موقوف ہے۔ یعنی نبی اور خلیفے خدا بناتا ہے۔ انسانی سعی و کوشش یا جوڑ توڑ اور حیلے منصوبوں کو اس چیز کے حصول میں قطعاً کوئی دخل نہیں۔ زر وجواہر اس نعمت کو پا سکتے ہیں نہ خفیہ سازشیں۔ اور جب یہ خلعت نبوت یا ردائے خلافت کسی منعم علیہ کو مل جاتی ہے۔ تو وہ خود اس امانت کو اپنے کندھوں سے اتار سکتا ہے نہ کسی اور کو طاقت وقدرت ملتی ہے۔ کہ وہ اس سے چھین یا اتار سکے۔ بلکہ خدا اس کو ایک ایسا پہاڑ بنا دیتا ہے کہ جو بھی اس سے

ٹکرائے چکنا چور

اور جس پر وہ گرے وہ بھی مخذول ومردود ہو کر رہ جاتا ہے۔ انبیاء وخلفاء کی مخالفت کرنے اور مقابل پر کھڑے ہونے والے نہ کبھی کامیاب وسربلند ہوئے نہ ہوں گے۔ بلکہ ہمیشہ ہی سرنگون وذلیل ہوئے اور ہوتے رہیں گے۔ خدا کا یہی فیصلہ۔ راستبازوں کا یہی قول اور مومنین کا یہی تجربہ ومشاہدہ ہے۔ اور جماعت احمدیہ کو تو یہ مسئلہ اس طرح پڑھایا۔ سمجھایا اور ذہن نشین کرایا گیا ہے۔ جس کا بھول جانا ممکن ہی نہیں۔ کیونکہ جو چیز ایک لمبے عرصہ تک عمل میں آچکی ہو۔ دل ودماغ پر اس کا اتنا گہرا اور نہ مٹنے والا اثر ہوتا ہے۔ کہ وہ ذہن سے اتر سکتی ہے نہ اس کی یاد محو ہوتی ہے۔ بشرطیکہ انسان کا جسم یا روح کسی مرض کا نشانہ بن کر ماؤف نہ ہو چکے ہوں۔

جماعت احمدیہ کا سب سے پہلا اجماع مسئلہ خلافت پر سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فداہ روحی کے وصال پر ہوا۔ جبکہ بالاتفاق تمام جماعت نے حضور پُر نور کے جسد اطہر کی موجودگی میں حاجی الحرمین الشریفین حضرت مولانا مولوی نور الدین اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو

مطابق الوصیت خلیفہ

تسلیم کرکے آپ کی بیعت حضرت احمدؑ کے نام پر کی۔ جماعت کے جید علماء بھی موجود تھے اور صحابہ کبار بھی معتمد بھی حاضر تھے اور جماعت کی روح رواں بھی۔ امراء بھی تھے اور غرباء بھی۔ مگر کسی نے اختلاف کیا نہ انکار۔ دل میں اگر کسی کے کوئی مخالفانہ خیال تھے تو واللہ حسیبہٗ۔ اظہار کی جرأت اس وقت تو کسی کو نہ ملی۔ اور امر خلافت متفقہ طور سے انجام پذیر ہوا۔ اور نہ صرف مرکزی جماعت بلکہ جہاں جہاں کے بھی احمدی آئے۔ تمام کے تمام ہی حضرت خلیفہ اوّلؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر جمع ہو کر سلک وحدت میں پروئے گئے۔ چنانچہ غیر معمولی پرچہ الحکم مورخہ ۸ ؍ مئی ۱۹۰۸ء میں سکرٹری صاحب صدر انجمن احمدیہ قادیان کی مطبوعہ چٹھی میرے اس بیان کی مؤید ہے۔ جس کے ذریعے صاحب موصوف نے تمام جماعت کو اس فیصلہ اور تعمیل سنت خلفاء راشدین کی اطلاع کی

یہ تو تھا وہ فیصلہ اور حقیقی اجماع جو جماعت کے اعلم واتقیٰ اور اقرب واولیٰ بزرگوں۔ خوردوں۔ بڑوں اور مردوں کی ایسے وقت اور حالات کی موجودگی میں ہُوا۔ جبکہ خدا کے

نبی ورسول

علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وجود باجود ہماری آنکھوں کے سامنے۔ اور آپ کی صحبت پاک اور انفاس طیبہ کے تاثرات ہمارے دل ودماغ میں تازہ ونمایاں موجود تھے۔ لہذا یہی عمل اور یہی فعل حقیقی اور سچا فیصلہ واجماع کہلانے کا مستحق ہے۔ جو علیٰ اوّل وہلۃ تمام جماعت نے کیا۔ اور بلا استثنےٰ قادیان۔ انبالہ۔ جالندھر۔ کپورتھلہ امرتسر۔ لاہور۔ گجرانوالہ۔ وزیر آباد۔ جموں۔ گجرات بٹالہ۔ گورداسپور وغیرہ مقامات کے معزز احباب کے دلوں کو نہایت عاجزانہ دعاؤں کے نتیجہ میں اللہ تعالےٰ نے امر خلافت پر انشراح بخش کر حضرت نور الدین اعظم کے ہاتھ پر جمع ہونے کو جھکا دیا۔ اور اس میں کوئی بناوٹ تھی نہ نفس کی ملونی۔ خود غرضی کا کوئی اثر ودخل تھا نہ عزت وآبرو پر دھبے کا وہم۔ نیتیں صاف اور دل نرم تھے۔ اور خدا کا خوف دلوں پر طاری وساری۔ ہر کوئی اپنے آپ کو یتیم وبیکس سمجھ کر آستانۂ الٰہی پر جھکا ہُوا تھا۔ دل تحاسد وتباغض سے پاک اور خالی تھے۔ کسی کو اپنے رتبہ ومرتبہ کے جانے کی فکر تھی نہ اثر ورسوخ اور اختیارات میں کمی کا وسوسہ بلکہ سبھی کے دلوں کی حالت وکیفیت اُس نقطۂ اضطرار کو پہنچی ہُوئی تھی۔ جس کا ذکر امن یجیب المضطر اذا دعاہ میں خدائے علام الغیوب نے فرمایا ہے۔ سارے ہی لوگ مل مل کر بھی اور الگ الگ بھی دعاؤں میں لگے ہُوئے تھے۔ خدا کی راہ نمائی۔ نصرت اور تائید غیبی کے لئے خدا کے سامنے ہاتھ پھیلائے تھے آہ ونالہ اور گریہ وفغاں سے گویا میدان حشر کا نقشہ نظر آتا تھا۔ ان حالات میں خدا نے رحم فرما کر

قدرت ثانیہ کا ظہور

فرمایا۔ جس سے ایک تسلی۔ سکون اور اطمینان پیدا ہُوا۔ تمام لوگ مطمئن ہو کر گویا ایک پہاڑ کا بوجھ اُٹھ جانے کی طرح ہلکے پھلکے اور خدا کی مرضی پر راضی وخوش اپنے آقا وامام ہمام علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود وسلام بھیجتے خاندان کے لئے دعائیں کرتے ہُوئے گھروں کو لوٹے۔ ایسے نازک اور آڑے وقت کی مضطربانہ دعا اور زاری والتجائیں بھی اگر خدانخواستہ اکارت وبیکار رہیں جو بارہ چودہ سو باخدا بندگان الٰہی نے باحال زار اور سینہ فگار ہو کر انتہائی تذلل تضرع والحاح سے خدائے واحد ویگانہ کے حضور اس کی رضا اور راہ نمائی کے لئے کیں۔ تو پھر نعوذ باللہ

اَمان کہاں؟

حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب اکثر بیان فرمایا کرتے ہیں۔ کہ حضور پُر نور کے وصال کے بعد جب دوسرے روز صبح ۲۷ ؍ مئی کو خواجہ صاحب۔ شیخ رحمت اللہ صاحب۔ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب اور ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحبان وغیرہ قادیان آئے۔ سخت گرمی کے دن تھے۔ اُن کی خدمت تواضع اور ناشتہ پانی وغیرہ کا کام میرے ذمہ لگایا گیا۔ چنانچہ میں مناسب طریق پر کہہ سنکر اُن سب کو باغ سے شہر میں لے آیا۔ حضرت نواب صاحب کے مکان کے نیچے حصہ کے جنوب مغربی خام دالان میں بٹھایا۔ اور موقعہ محل کے مناسب حال اُن کی تواضع کی۔

اس موقعہ پر خواجہ کمال الدین صاحب نے کھڑے ہو کر نہایت ہی پُر سوز تقریر کی۔ جس کا خلاصہ یہ تھا کہ

"خدا کی طرف سے ایک انسان منادی بنکر آیا۔ جس نے لوگوں کو خدا کے نام پر بلایا۔ ہم نے اس کی آواز پر لبیک کہی۔ اور اس کے گرد جمع ہو گئے۔ مگر اب وہ ہم کو چھوڑ کر اپنے خدا کے پاس چلا گیا ہے۔ سوال ہے کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہیئے"

خواجہ صاحب کا انداز بیان۔ طریق خطاب اور تقریر کچھ ایسا درد بھرا رقت آمیز اور زہرہ گداز تھا۔

(افریقہ میں احمدیت)

مولانا نیر پہلے افریقن مشنری

حکیم فضل الرحمان صاحب دوسرے مشنری

مولانا نیر ایک افریقی بادشاہ کو تبلیغ کر رہے ہیں

جماعت احمدیہ افریقہ کا ایک سکول